شازیہ ارم

پی ایچ ڈی اسکالر ،شعبہ اردو،

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

مذاہب کی تشکیل اور فکری اثرات

Shazia Irum

PhD Scholar, Urdu Department,

National University of Modern Languages, Islamabad.

Formation of religion, Religious studies, Effect of religious concepts, Global religions.

Religion has always been influential on human life. Old religious values are at great variance from revolutionary values. With the passage of time, many conceptual and philosiphical changes occured in these religions. New religious ideas are in accordance with the human nature whereas old ideas had to be forcefully adopted by the earlier generations. 6th Century BC is a very important era in world history. Religious reformers such as Confucius in China, Zarathustra in Iran and Gautama Buddha from Hindustan were importqant figures of that time. This article discussed the development of religion and its philosiphical influence as discussed by the Urdu intellectuals and writers.

مذاہب کی تشکیل میں دیگر فکریات کے اثرات کا تحقیق وتنقیدی نقطہ نظر سے جائزہ لیا جائے تو سماوی مذاہب کے ساتھ ساتھ ارضی مذاہب بھی تشکیل پاتے رہے۔اس تشکیل اور فروغ میں انسان کے ذاتی کردار کا بڑا عمل دخل ہے۔یوں تو یہ بات سکھائی گئی ہے کہ انسان کی آمد کے

ساتھ ہی سماوی مذاہب بھی نازل ہوئے۔ جو اللہ تعالی کے برگزیدہ بندوں کے ذریعے فروغ اور تشکیل پاتے رہے۔ مگر اس کے علاوہ زمینی مذاہب بھی منظر عام پر آئے۔ جو نہ صرف بہت مقبول ہوئے بلکہ ابھی تک وہ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ مذاہب ابھی تک اپنے اصلی تشکیلی انداز میں موجود ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ دنیا کت مختلف علاقوں اور خطوں میں عوام کی اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کے لیے مصلح پیدا ہوئے جنھوں نے نہ صرف بے لوث اپنی خدمات پیش کیں بلکہ عوام میں مذہب کی تشکیل کے لیے مذہب کے عملی فرائض بھی وضح کیے۔ مصنف کے بقول: ''چھٹی صدی عیسوی میں (ق۔م) کو تاریخ عالم میں بڑا اہم سمجھا جاتا ہے ۔ اس میں اصلاحِ مذہب زرخیزی کی ایک عالم گیر تحریک شروع ہوئی۔ چین میں کنفوشش۔ ایران میں زردشت، ہندوستان میں گوتم بدھ، اسرائیل میں یسعیاہ کا گم نام نبی اور بحرۂ روم کے ایشیائی ساحل پر طالیس ملیطی جیسے مصلحین ومفکرین پیدا ہوئے۔''(۱)

مذکورہ بالا سماوی مذہب کے ساتھ ساتھ ہر علاقے میں کوئی نہ کوئی زمینی مذہب موجود تھا اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ وہاں پر آسمانی مذہب موجود نہیں تھا۔ کہا جاتا ہے کہ چین میں کنفیوشش کا مذہب اپنے طور پر بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ کیوں کہ: ''کنفوشش (کنگ فوتے) ق۔م۔ میں پیدا ہوا۔ ایک مورخ کے بقول دنیا میں جتنے بڑے بڑے مصلحین اخلاق گزرے ہیں ان میں صرف کنفوشش ہی ایسا رہنما ہے جس نے نہ پیغمبری کا دعویٰ کیا نہ مُلہم ہونے کا جسے کبھی خدا کا جلوہ نظر نہ آیا نہ اُس نے خدا کی آواز سنی۔ وہ صرف ایک معقول اور رحم دل انسان تھا۔''(۲) کنفیوشش کے مذہب کے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس مذہب کے رہبر نے انسانی اخلاق پر زیادہ زور دیا۔ جس کی تائید مصنف کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ: ''کنفیوشش نے فوق العادۃ شعار کو اپنا کر موضوع نہیں بنایا بلکہ روز مرّہ کی زندگی کے عقدوں کو حقیقت پسندانہ نقطہ نظر سے سلجھانے کی دعوت دی۔''(۳) کنفیوشش کی تعلیمات کا محور اور مرکزی معاشرے کی اخلاقی اقدار تھا۔ یہ نہیں کہ مذہب کو بالائے طاق رکھ دیا گیا تھا۔ بلکہ مذہب کی صحیح معنوں میں اصلاح کے اخلاقی امور کو ہی زیر بحث لاتا تھا، تاہم توحید کے بارے میں گوتم بدھ کی طرح خاموش تھا۔ پروفیسر وہاب اشرفی لکھتے ہیں کہ:

> عہد عتیق میں چینیوں کا مذہب طاؤئیت تھا جس کا ذکر آگے گزر چکا بعد ازاں جب کنفوشش پیدا ہوا تو قدیم چینی مسلک کی بنیادیں متزلزل ہوئیں۔ مذہبی ضابطوں میں تغیر رونما ہوا۔ اس کے اثرات کی وجہ سے کچھ روایتی رسوم در آئے، لیکن توحید کے بارے میں کوئی تصور نہیں ابھرا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس نے مذہبی معاملات سے زیادہ اخلاقی اور فلسفیانہ امور کی طرف توجہ کی جن کے اثرات دور رس رہے اور ایک زمانے تک اہالیان چین کے کردار کی تعمیر وتشکیل میں معاون رہے۔(۴)

جہاں کسی نوعیت کے مذہب کا ارتقاء عمل میں آیا وہاں پر تاریخی ارتقاء کے سلسلے میں ابتدائی انسان نے دیگر شعبوں

میں اپنی عقل اور ذہانت کا مظاہرہ کیا۔ وہاں کھیتی باڑی کے میدان میں بھی کافی پیش رفت کی ظاہر ہے زراعت، کھیتی باڑی کا فروغ دریاؤں کے کناروں پر ہی وجود میں آیا مذہب کی اس قسم کی تشکیل کیسی تھی اور کس نوعیت میں ارتقا پذیر ہوا اس کے بارے میں مصنف نے بیان کیا ہے کہ: ''زرعی انقلاب کے ساتھ انسان نے دریاؤں کے کناروں پر بستیاں بنا کر رہنا شروع کیا جو بعد میں پھیل کر بڑے بڑے شہروں کی صورت اختیار کر گئیں۔'' (۵) دنیا کے مختلف گوشوں میں جو تہذیبیں وجود میں آئیں اس طرح کی تہذیبیں درحقیقت کھیتی باڑی کی کے علاقوں میں پروان چڑھیں۔ جہاں اور جس جگہ ابتدائی انسان کو کھیتی باڑی کی سہولیات ملیں وہاں پر اس نے نئی مذہبی تشکیل وجود میں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف تہذیبوں کی اپنی اپنی نوعیت کی ثقافت ہوتی ہے جو اس کی اصل پہچان کا سبب بنتی ہے۔ آگے چل کر مصنف ہندوستان کے مختلف علاقوں کی تہذیب اور اس کے مذاہب کے بارے میں رائے ہے کہ: ''مقدس عصمت فروشی ایک اور ادارہ ہے جو قدیم زمانے میں ہر کہیں موجود تھا۔'' (۶) ہندوستان کی تہذیب میں جنوب کے علاقے میں مذہبی مندوروں میں دیوداسیاں موجود رہتی تھیں جو مذہبی لوگوں کے ساتھ جنسی سکون فراہم کرنے کا سبب بنتی ہیں۔ اس امر کو کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ مذہب کا ایک جزو سمجھ کر کارِ ثواب حاصل کیا جاتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ موجودہ دور میں بھی اس طرح کے معاملات پائے جاتے ہیں۔ عصمت فروشی فقط عصمت فروشی نہیں تھی بلکہ یہ ایک مذہبی فریضہ تھا جس کی فکری تشکیل باقاعدہ طور پر مذہب میں موجود تھی۔ جس پر عمل پیرا ہو کر قدیم دور کے مذہبی رہنما اپنے دل کی تشفی کے لیے یہ کچھ کرتے تھے۔ مذہبی عصمت دری کا ذکر علی عباس جلال پوری نہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ:

> مقدس عصمت فروشی کا یہ کاروبار بابل میں ۳۲۵ بعد از مسیح تک جاسی ریا اور دوسرے ممالک میں بھی پھیل گیا۔ مصر کی دیوی آئسس، یونانی افرودائتی، رومی اور جنوبی ہند کے مندروں میں صدیوں تک مذہب کے نام پر عصمت فروشی کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کی کی ذمے داریوں پر ہنوں پر عائد ہوتی ہے جس کی جیب میں ان مُقدس دیوداسیوں کی کمائی جاتی تھی۔ (۷)

دراصل اس طرح کے جنسی تعلقات مذاہب میں جس امر کا محرک تھے وہ یہ تھا کہ فصلوں کے اچھے ہونے کی جو منتیں مانی جاتی تھیں، جنسی عمل اُن منتوں کے اُتار کی پیش رفت تھی۔ صرف ہندوستان پر ہی کیا موقوف: ''بابل میں عشتار کا عظیم الشان معبد تھا جس میں بقول ہیروڈوتس ہر عورت اپنے آپ کو عمر میں کم از کم ایک دفعہ اجنبی کے سپرد کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتی تھی۔'' (۸) بابل میں صرف عشتار کا معبد ہی نہیں تھا جہاں عورتیں عصمت فروشی کا فریضہ انجام دیتی تھی بلکہ مذہبی تشکیلیت کی رو سے ہر بابلی عورت پر یہ فرض تھا کہ:

> اپنی زندگی میں ایک بار وینس کے معبد میں جا کر کسی نہ کسی اجنبی سے ہمکنار ہو۔ امرا کی عورتیں جو عام عورتوں سے ملنا پسند نہیں کرتیں۔ پردے دار گاڑیوں میں سوار ہو کر آتی ہیں اور غلاموں اور کنیزوں کے جھرمٹ میں داخل ہوتی ہیں۔ اکثر عورتیں معبد میں اپنے بالوں کے فیتے سے باندھ کر بیٹھتی ہیں۔ مندر میں عورتوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ (۹)

تاہم مذاہب کی فکری تشکیل یہ بھی تھی کہ مرد و زن کو جنسی مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے تاہم اس مقصد کے لیے کئی طرح کے جوازات تراشے گئے۔ اسی لیے عشتار بھی وینس کی طرح شیوت پرستی کی دیوی تھی مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عشتار شیوت پرستی میں وینس سے زیادہ طاقتور تھی، لہٰذا اس قسم کے جنسی عوامل، مذہبی امور کے طور پر مختلف علاقوں کی مختلف تہذیبوں میں تہوار منا پایہ تکمیل تک پہنچائے جاتے تھے۔ جس میں: ''اراضی کی زرخیزی کو بحال رکھنے اور فصلیں بافراط اُگانے کے لیے اس زمانے میں فصلی تیوار بھی منائے جاتے تھے جن میں جنسی کجروی کی کھلی چھٹی دی جاتی تھی۔ مصر میں عزا، بابل میں عشتار اور یونان میں سبکیس کے تیوہار اس نوع کے تھے۔'' (۱۰) زرعی ترقی کے لیے اس قسم کی علامت دنیا کی تہذیبوں کا طرۂ امتیاز رہی ہیں۔ جس بات کی طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ: ''زرخیزی کے تمام مسالک میں اور زرعی معاشرے میں ہر کہیں لنگ پوجا کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ یونانی اور رومی دیوتا پرائے پسپس کی پرستش کرتے تھے جو لنگ کی شکل میں بنایا گیا تھا۔ ہندوستان میں آج بھی لنگ پوجا کا رواج ہے۔ شیو بھگت اپنی پیشانیوں پر لنگ کے نقوش بناتے ہیں۔'' (۱۱)

> زرعی مقاصدی کے پس پردہ مذہبی اجارہ داری کے مقاصد بڑے سفاکانہ تھے۔ جب جب مذاہب کی تشکیل و تنظیم کی گئی مذہبی پروہت، دیوتاؤں اور عوام کے مابین رابطے کا ایک ذریعہ بن گئے۔ چوں کہ ان مذہب کے تشکیل کاروں کا تعلق مقتدر طبقے سے ہوتا تھا اس لیے بادشاہ کو ریاست کا سب سے بڑا پروہت بنا دیا جاتا تھا جس کی وجہ سے مذہب کے تشکیل دینے والوں کو بھی ذاتی مفادات حاصل ہوتے تھے بقول علی عباس جلالپوری کے: ''بادشاہ ریاست کا سب سے پروہت بن گیا اور پروہتوں نے اسے دیوتا کا درجہ دیا۔ پروہت عوام کو بادشاہ کی اطاعت کی ترغیب دیتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ خدا کا نائب ہے، اس لیے اس کے احکام کی تعمیل کرنا عوام کا مذہبی فرض ہے، جو شخص بادشاہ سے بغاوت کرے گا وہ مردود اور عاصی ہوگا۔'' (۱۲)

قدیم مذہبی تشکیل و ارتقا کے دور کے ساتھ ساتھ یونانی دور میں بھی ایسے معاشرتی مصلح پیدا ہوئے جنھوں نے مذہب پر گہرے اثرات مرتب کیے ان مصلحین میں ہیلنی دور کے ایسے نئے مکاتب فکر رواقیہ اور اپیقوریہ ہیں جن کی مذہبی اور اخلاقی اصلاح کی بنیاد ایک ہی زمانے میں رکھی گئی۔ بقول برٹرینڈ رسل کے: ''ان کے بانی زینو (Zeno) اور اپیقورس (Epicurus) تقریباً ایک ہی وقت میں پیدا ہوئے اپنے اپنے فرقے کے سربراہ کی حیثیت سے ایتھنز میں، چند ایک سال پہلے یا بعد میں بود و باش اختیار کی۔'' (۱۳) مذہبی تشکیل میں فکری ارتقاء کی بات ہو تو افلاطون کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ افلاطون نے کئی طرح کے سماجی، معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی عوامل کو یک جا کر دیا۔ اس حوالے سے علی عباس جلالپوری لکھتے ہیں کہ: ''افلاطون کے فلسفے میں اشراقی، سریت، مذہب، باطنیت اور عقل پسندی کے عناصر اکٹھے ہو گئے۔ اس کا فلسفہ ایک خوبصورت قالین کی طرح ہے جس کی بناوٹ میں مختلف رنگوں کے دھاگے دکھاء دیتے ہیں۔'' (۱۴) اسی بنا پر تو سبطِ حسن نے افلاطون کے بارے میں یہ رائے پیش کی ہے کہ: ''افلاطون (۴۲۷۔۳۴۷ ق م) پہلا مفکر ہے جس نے اب سے کوئی بائیس سو برس پہلے مثالی معاشرے کا ایک جامع منصوبہ مرتب کیا۔ یہ منصوبہ جس کو دانایانِ مغرب پہلی اشترا کی دستاویز قرار دیتے ہیں، افلاطون کی شہرہ آفاق تصنیف ''ری پبلک'' کی شکل میں آج بھی

موجود ہے۔'' (۱۵) مذاہب ارضی کی تشکیل وفکری ارتقاء میں یونانی فلسفی اور حکیم فیثا غورث نے بھی اہم کردار ادا کیا۔اس سلسلے میں علی عباس جلالپوری کہتے ہیں کہ:''باطنیت کی روایات اور ترکیب بھی فیثا غورث سے یادگار ہے کیوں کہ وہ اپنے منتخب طلبہ اور طالبات کو خفیہ تعلیم دیا کرتا تھا۔اس کی باطنی تعلیم کا حاصل یہ تھا کہ ہم سب اس دنیا میں اجنبی ہیں اور بدن روح کا زندان ہے۔(۱۶)

ارضی مذاہب کی تشکیل کے فکری ارتقاء میں جہاں دیگر بہت عوامل اور فکریات کا عمل دخل رہا وہاں پر سماوی مذاہب میں بھی دیگر فکری عوامل پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ صحف سماوی کے ماننے والوں کا یہ دعویٰ تھا کہ خدا تعالیٰ نے اس زمین وآسمان کو چھ دنوں میں۔اس کائنات میں جو جو مخلوق پیدا کی ہے اُس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی جاسکتی۔ایک ٹھوس عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور اُسے جنت میں رکھا اور بعد ازاں ممنوعہ اناج کھانے کی بنا پر دنیا میں بھیج دیا گیا۔اور رفتہ رفتہ انسان کے اچھے اعمال پر بُرے اعمال اثر انداز ہوئے۔مگر انسان کی تشکیل میں جس چیز نے بہت زیادہ متاثر کیا وہ نظریہ ارتقاء ہے۔سماوی مذاہب میں جتنے بھی انبیا آئے اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت اور رہنمائی کے لیے کچھ نہ کچھ مذہب کی اصلاح وتشکیل کے لیے دے کر فائز کیا۔سبطِ حسن نے بیان کیا ہے کہ:''کتابِ پیدائس میں لکھا ہے کہ جب فلسطین میں قحط پڑا اور لوگ بھوکے مرنے لگے تو حضرت یعقوب اپنے گیارہ بیٹوں اور ان کی اولاد کو لے کر مصر چلے گئے۔'' (۱۷) آسمانی مذہب کے تحت مددگار ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔یہی وجہ ہے کہ:''بنی اسرائیل میں موسیٰ پیدا ہوئے۔انھوں نے اپنی قوم کو مصر کی سکونت ترک کرنے آبائی وطن فلسطین میں واپس جانے پر آمادہ کیا، کیوں کہ فلسطین میں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں اور خداوند ایہودا نے وعدہ کیا ہے کہ میں تمھیں فلسطین کی حکمرانی عطا کروں گا۔'' (۱۸) دین موسوس کے علاوہ وقت کے تقاضوں کے مطابق تشکیل وتنظیم کی ضرورت بھی پیش آتی رہی یہی وجہ ہے کہ آسمانی مذہب کی تشکیل وتکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے:''حضرت عیسیٰؑ اب سے تقریباً ۱۹۷۵ء برس پہلے فلسطین میں کے شہر بیت الحم میں پیدا ہوئے۔'' (۱۹) (سبطِ حسن،'' موسیٰ سے مارکس تک'' مکتبہ دانیال کراچی:۲۰۱۶ء۔ص۲۷) دین سماوی کی رو سے دین مسیح کی اشتمالیت جس طرح ہوئی وہ کسی مفکر سے پوشیدہ ہے۔دین مسیح کی تشکیل وارتقا میں کارفرما چند عوامل ہیں جن کا ذکر برٹرینڈ رسل نے یوں کیا ہے کہ:

> دینِ مسیح جیسا کہ یہ سلطنت روم سے وحشیوں کا ملا، تین عناصر پر مشتمل تھا،اوّل مخصوص فلسفیانہ اعتقاد جو بیشتر افلاطون، نو افلاطونیوں لیکن جزوی طور پر رواقین سے حاصل شدہ تھے۔دوم اخلاقیات کا تصور اور تاریخ جو یہودیوں سے لی گئی تھی اور سوم، مخصوص نظریات، جو بیشتر نجات سے متعلق تھے، جو مجموعی طور پر عیسائیت میں نئے تھے۔(۲۰)

مذہب کی تعمیر تشکیل میں عیسائیت میں وقت کے ساتھ ساتھ ترمیم وضافے ہوتے رہے جس کی وجہ بجا طور پر برٹرینڈ رسیل نے اس طرح بیان کی ہے کہ:''مغربی کلیسا کے چار اشخاص کو علماء کہا جاتا ہے۔ان کے نام سینٹ ایمبر وس(St.Ambrose) سینٹ جیروم(St.Jerome) سینٹ آگسٹائن(St.Auguetine) اور پوپ

گریگری اعظم (Pope Gregory thr Great) ہیں۔(۲۱) مسیح مذہب کے تشکیل کاروں اور فروغ پرور مذہبی رہنماؤں نے اپنی ذاتی سہولت اور سیاسی اور معاشرتی مقاصد کی تکمیل کے لیے ترمیم کی۔اس صورت حال کا ذکر سبطِ حسن نے اس طرح کیا ہے کہ: ریفارمیشن بہ ظاہر مذہبی لیکن درحقیقت یورپ کی ابھرتی ہوئی سرمایہ دار قومی ریاستوں کا کلیسائی اقتدار کے خلاف معاشی اور سیاسی احتجاج تھا۔اس تحریک کا سرغنہ مارٹن لوتھر نامی جرمن پادری تھا۔یہ تحریک جرمنی برطانیہ اور دوسرے ملکوں میں مقبول ہوئی اور اس طرح رومن کیتھولک کے جواب میں پروٹسٹنٹ فرقہ (احتجاجی فرقہ) بنا۔ (۲۲) مذہبی تشکیل نو میں جہاں کیتھولک فرقہ پہلے ہی چل رہا تھا وہاں پر پروٹسٹنٹ فرقہ اگرچہ وقت کے ساتھ ساتھ فروغ پاتا رہا تاہم کیتھولک فرقہ ہمیشہ سے طاقت ور رہا ہے اور حکومت میں مداخلت کا خواہاں رہا ہے۔برٹرینڈ رسل کا قول ہے کہ: ''دینیات سے الگ ہو کر فلسفے کی ابتدا چھٹی صدی قبل مسیح یونان میں ہوئی۔قدیم عہد میں اپنی راہ طے کرنے کے بعد یہ دوبارہ مسیحیت کے عروج وزوال کے ساتھ دینیات میں ڈوب گیا۔اس کا دوسرا بڑا زمانہ گیارویں سے چودھویں صدی تک رہا۔جب کیتھولک چرچ حاوی رہا ماسوا ایک باغیوں سے جیسا شہنشاہ فریڈرک دوم (۱۲۵۰ء۔۱۱۹۵ء) تھا۔یہ عہد اس ابتری نے جنم دیا جو اصلاح دین (Reformation) میں انتہا تک پہنچ گئی۔(۲۳) سماوی مذاہب میں سب سے آخر پر دین اسلام آیا۔جس کے مصلح اور راہ نما حضرت محمدؐ آخری نبی اور رسول کی صورت میں تشریف فرما ہوئے۔برٹرینڈ رسل لکھتے ہیں کہ: ''محمد (ﷺ) کا مذہب سادہ توحید پرستی تھی۔اس میں تثلیث وتجسیم کی وسیع دینات کی پیچیدگیاں نہ تھیں۔۔محمد (ﷺ) نے کسی الوہیت کا دعویٰ نہ کیا اور نہ ہی آپؐ کے کسی جانشین نے آپ کی طرف سے ایسا کیا۔'' (۲۴)

فی زمانہ مذہب پر اثر انداز ہونے والے نظریات اور فکر خاص طور پر اہمیت کے حامل ہیں۔فرانسیسی ڈان ژان لمارک اور چارلس ڈرون کے نظریات نے تمام ذمینی اور سماوی مذاہب کو ہلا کر رکھ دیا۔اسی طرح دانتے اور دیگر اہل فکر کے نظریات نے مذہبی فکر میں ترمیم اور تشکیل کی راہ ہموار کی۔دوسری طرف دین اسلام میں دیوبندی، شیعہ، سنی، اور کئی مذہبی فکری بنیادیں صورت پذیر ہو چکی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ علی عباس جلال پوری، ''روحِ عصر'' لاہور: تخلیقات ۲۰۱۳۔ص ۵۳

۲۔ ایضاً۔ص ۶۱

۳۔ ایضاً۔ص ۶۱

۴۔ وہاب اشرفی، پروفیسر، ''تاریخ ادبیات عالم'' (جلد اول) پورب اکادمی اسلام آباد: ۲۰۰۶ء۔ص ۳۱۵

۵۔ علی عباس جلال پوری، ''روحِ عصر''۔ص ۳۴

۶۔ ایضاً۔ص ۳۵

۷۔ علی عباس جلالپوری، ''روایتِ تمدنِ قدیم'' تخلیقات، لاہور: ۲۰۰۲ء۔ص ۳۳

۸۔ علی عباس جلال پوری، ''روحِ عصر'' ص ۲۹

۹۔ علی عباس جلالپوری، ''روایتِ تمدنِ قدیم'' تخلیقات، لاہور: ۲۰۰۲ء۔ص ۳

۱۰۔ علی عباس جلال پوری، ''روحِ عصر''ص۳۳۔۳۴

۱۱۔ ایضاً۔ص۳۵

۱۲۔ علی عباس جلالپوری، ''تاریخ کا نیا موڑ''،''تخلیقات''لاہور:۲۰۱۳ء۔ص۱۶)

۱۳۔ برٹرینڈ رسل، ''فلسفۂ مغرب کی تاریخ''مترجم، پروفیسر محمد بشیر یورپ اکادمی، اسلام آباد:۲۰۱۰ء۔ص۳۰۳

۱۴۔ علی عباس جلالپوری، ''کائنات اور انسان''تخلیقات، لاہور:۲۰۱۳ء۔ص۱۸۵

۱۵۔ سبطِ حسن، ''موسیٰ سے مارکس تک'' مکتبہ دانیال کراچی:۲۰۱۶ء۔ص۴۸

۱۶۔ علی عباس جلالپوری، ''کائنات اور انسان''ص۱۸۵

۱۷۔ سبطِ حسن، ''موسیٰ سے مارکس تک''ص۲۴

۱۸۔ ایضاً۔ص۔ص۲۵

۱۹۔ ایضاً۔ص۷۲

۲۰۔ برٹرینڈ رسل، ''فلسفۂ مغرب کی تاریخ''ص۳۷۴

۲۱۔ ایضاً۔ص۴۰۳

۲۲۔ سبطِ حسن، ''موسیٰ سے مارکس تک'' مکتبہ دانیال کراچی:۲۰۱۶ء۔ص۸۷

۲۳۔ برٹرینڈ رسل، ''فلسفۂ مغرب کی تاریخ''ص۲۷

۲۴۔ ایضاً۔ص۴۹۷